© rasailojaraid.com

ادار یہ

'جو تیری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا'

اِدھر بہت دنوں سے جمہوری حکومت کے قیام کے لیے مارشل لاء حکومت سے انتخابات کرانے کا مطالبہ کیا جارہا تھا تاکہ جمہوری حکومت عوام کے مسائل کو حل کرسکے۔ چنانچہ فروری ۲۰۰۸ء میں آزاد انتخابات ہوئے جن کے نتیجہ میں پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) نے انتخابات جیت لیے اور دونوں جماعتوں نے اپنی حکومت بنالی۔ حکومت بنانے سے قبل دونوں جماعتوں کے رہنماؤں نے عہد کیا تھا: ''معزول ججوں کو فوری طور پر بحال کیا جائے گا اور عوام کے معاشی مسائل حل کیے جائیں گے۔'' چنانچہ نئی حکومت کے قائدین نے اسلام آباد، لاہور یا کراچی کی بجائے بھوربن، مری، دبئی اور لندن میں ملاقاتیں کیں۔ لیکن حل طلب مسائل کا کوئی حل ہاتھ نہ آیا، کیوں کہ پیپلز پارٹی پہلے مسئلے پر اپنے تحفظات رکھتی تھی۔ چنانچہ وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ مسلم لیگ (ن) کے وزراء حکومت سے الگ ہوگئے۔ برسرِ اقتدار پارٹی (پیپلز پارٹی) برابر یہ اعلان کرتی رہی کہ موجودہ مسائل کا حل تلاش کرلیا جائے گا۔ لیکن مسائل پیچیدہ ہوتے چلے گئے۔ مثلاً سوات اور فاٹا میں طالبان نے سرحد کی منتخب جمہوری حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ چار دنوں تک مستعفی ہوجائے۔ طالبان نے سوات میں بچیوں کے مدارس کو بند کردیا، اور کئی مقامات پر انہیں نذرِ آتش بھی کیا گیا۔ فاٹا اور ہنگو اور دوسرے مقامات پر صوبائی حکومت کے خلاف پرتشدد ہنگامے شروع کردیے جس پر مرکزی حکومت نے فاٹا اور سوات میں شورش پر قابو پانے کے لیے فوجی کارروائی کی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان الم ناک واقعات سے تغافل برتنا اب ممکن نہیں رہا۔ کیوں کہ بہ قول ایک مذہبی سیاسی رہنما مرکز گریز باغی طاقتیں پشاور کی طرف بڑھ رہی ہیں۔ وقت کی ستم ظریفی دیکھئے کہ یہ ''مرکز گریز باتیں'' اس صوبے کے بارے میں ہو رہی ہیں، جہاں خان عبدالغفار خان اور خان عبدالولی خان نے صحت مند جمہوری روایات ورثے میں چھوڑی ہیں اور آج بھی نیشنل جمہوری پارٹی کی حکومت ہے۔ حالیہ حکومت سے پہلے یہاں M.M.A. کی حکومت تھی جو بنیادی طور پر نفاذِ شریعت پر یقین رکھتی تھی۔ افسوس! وہ عملی طور پر کچھ نہ کرسکی۔ اگر سوات کے طالبان صدقِ دل سے شریعتِ اسلامی کا نفاذ چاہتے ہیں تو انھیں صوبائی حکومت اور مخلص علمائے کرام کے تعاون سے عوام کے مسائل کو پُرامن طریق سے حل کرنا چاہیے۔ کیونکہ بلند مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے وسائل بھی بلند ہونے چاہئیں۔

واقعہ یہ ہے کہ صوبہ سرحد اور قبائلی علاقے میں 'طالبان' کا ظہور اور اُن کی پرتشدد سرگرمیاں، اسلام کے ابتدائی دور میں 'خوارج' گروہ سے ملتی جلتی ہیں۔ خوارج نے ''**إن الحكم الّا للّٰه**'' کا نعرہ لگایا تھا اور حضرت علی (رضی اللہ عنہ) جیسے خلیفۂ راشد کو شہید کر دیا تھا اور ہزاروں مسلمان خوارج کی تلوار کا شکار بنے تھے۔ چنانچہ آج نہ صرف صوبائی حکومت بلکہ مرکزی حکومت کو بھی ایک نئے اور خوف ناک سیاسی مسئلے کا سامنا ہے، جو دہشت گردی کو اسلام کے مقدس نام پر روا رکھتا ہے۔

عام لوگوں کے معاشی مسائل بھی پیچیدہ ہوتے جا رہے ہیں۔ سندھ کے بعض مقامات پر بعض لوگوں نے خودکشی کی بھی کوشش کی، دو ایک جگہ پر چند بدقسمت عورتوں نے اپنے بچے تک بیچنے سے گریز نہیں کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ قومی دولت میں خرد برد کرنا ایک پیشہ بن گیا ہے۔ پنجاب کے وزیرِ اعلیٰ نے ایک سرکاری اجتماع میں بتایا کہ پنجاب کے ۴۷ تحصیل ناظمین (Municipal Administration) نے ۱۳ ارب خرد برد کر کے لوٹ کھسوٹ کا نیا ریکارڈ قائم کیا ہے۔ (ڈان، لاہور، ۵۔ اگست ۲۰۰۸ء، ص ۱۷) خیال تھا کہ پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) مل کر ان سنگین مسائل پر قابو پالیں گی۔ افسوس! دونوں جماعتوں کا اتحاد قائم نہ رہا، اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پیپلز پارٹی کی حکومت حالات کی سنگینی کا اندازہ نہ لگا سکی۔ اور نہ ہی معاشی تنگ دستی کے پیشِ نظر کفایت شعاری کی کوئی اچھی مثال قائم کر سکی۔ چنانچہ دیکھا گیا جیسا کہ ڈان (Dawn، ۲۱/ جولائی ۲۰۰۸ء، ص ۱۳) نے لکھا ہے کہ ہمارے محترم وزیرِ خارجہ بھارتی دورے پر گئے تو PIA کے جہاز سے جانے کی بجائے چارٹر پرداز (Chartered Flight) سے گئے۔ یہ مسائل ابھی حل نہیں ہوئے تھے کہ سندھ میں ایک نیا انکشاف ہوگیا کہ منو بھیل قبیلہ کے بہت سے آدمی ایک مدت سے جیل میں ہیں اور سندھ میں بعض بااثر لوگوں نے اپنی نجی جیلیں بھی بنائی ہوئی ہیں، جن میں کئی لوگ ایک مدت سے قید ہیں۔ اور ملک کے بعض مقامات پر بعض قبائلی روایات، اسلامی تعلیمات اور آفاقی اخلاقی قدروں کی سرِ عام نفی کر رہی ہیں۔ مثلاً گزشتہ دنوں بلوچستان کے بعض مقامات پر چند خواتین نے اپنی پسند کی شادی کی تو انہیں مقامی قبائلی روایات کی خلاف ورزی کرنے پر زندہ زمین میں دفن کر دیا گیا۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون''۔ ان سنگین اور شرم ناک واقعات اور موجودہ سیاسی اور معاشی مسائل کو حل کیے بغیر کیا ہم اپنی ریاست اور معاشرے کو ایک جمہوری، اخلاقی اور فلاحی معاشرہ کہہ سکتے ہیں؟ بے شبہ آج ہمیں ایک سیاسی اور معاشی بحران کا سامنا ہے، لیکن ہمیں یقین ہے کہ حزبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف کے باہمی تعاون سے اس بحران پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ ''فھل من مدّکر؟''

رشید احمد (جالندھری)

© rasailojaraid.com